بُلیٹن جولائی ۲۰۱۱ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ نیا نہ پُرانا

مدیر
شاہد عزیز

اعلانات اور خبریں

انگلستان

نماز جمعہ ۱ بجے دوپہر

مجالس

مُنتظمہ ۳ جولائی ۲ بجے بعداز دوپہر

عام جلسہ ۳ جولائی ۳ بجے بعداز دوپہر

اخبار احمدیہ

فیس بُک

فیس بُک پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اکاوئنٹ کے قریباً ۹۰۰ 'دوست' ہیں۔ لیکن یہ سب جماعت احمدیہ لاہور کے ممبر نہیں۔ اِن میں جماعت قادیان اور اہل سنت بھی شامل ہیں۔ یہ اُن معنوں میں 'دوست' نہیں جو آپ کو لغت میں ملیں گے لیکن اُن معنوں میں جو فیس بُک استعمال کرتا ہے۔ کچھ احباب یہاں گندے اور گالیوں بھرے پیغام چھوڑتے تھے اور اس لئے مجھے مجبوراً اُنہیں ban کرنا پڑا۔ اِسی طرح کچھ دیگر احباب انٹرنیٹ سے حضرت صاحب سے متعلق اعتراضات کاپی کر کے ہمارے اکاوئنٹ پر پیسٹ کر دیتے تھے۔ اُن کا مقصد حق کی جستجو نہیں تھا صرف ہمارا وقت ضائع کرنا تھا۔ اِس لئے کچھ عرصہ صبر کے ساتھ اُن کے اعتراضات کے جواب دینے کے بعد اُنہیں بھی ban کر دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ اِن احباب نے آزادی رائے کی توقیر کرنا نہیں سیکھا اور ہر موقع پر اُس کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

قریباً ہر روز یہ ۹۰۰ 'دوست' اسلام یا ہمارے تشریح اسلام کے متعلق ہمارا ایک مختصر پیغام وصول کرتے ہیں۔ اُنہیں ورچوئل موسک کی طرف بھی بھیجا جاتا ہے۔ اِس کا عام طور پر بہت مُثبت اثر ہو رہا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جماعت پر اعتراضات کے جواب دینے سے خود ہمارے علمِ قران و حدیث اور حضرت مسیح موعود کی تعلیمات اضافہ ہوتا ہے۔ اِس کا یہ بھی فائدہ ہے کہ ہمارے جو ممبران ایسے معاشروں میں نہیں رہے جہاں انتہا پسندوں کی تحریکوں سے ہر روز احمدیوں کی جان و مال خطرے میں ہیں اُنہیں کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے مخالفین و معاندین کس قدر زہر آلودہ ہیں۔ افسوس کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی ذہنی سطح صرف گندے حربے استعمال کرنے تک محدود ہے لیکن اُن کا دعوی یہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دفاع کر رہے ہیں۔

ٹویٹر

فیس بُک کی طرح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹِویٹر پر بھی اپنے اکاوئنٹ پر قریباً ہر روز اسلام یا مسلمانوں کے بارے میں ایک پیغام بھیجتی ہے۔ یہاں ۱۵۰ احباب ہمیں 'فولو' کرتے ہیں۔ یہ پروجیکٹ اتنا کامیاب نہیں ہوا جتنا فیس بُک کا پروجیکٹ۔ اِس بات پر غور ہو رہا ہے کہ اِس کو بھی زیادہ کامیاب کس طرح بنایا جائے۔ اگر کسی ممبر کے پاس اِس بارے کوتجویز ہو تو وہ مُنتظمہ سے رابطہ کریں۔

پرنٹنگ

حال ہی میں یہ کام بڑی تیزی سے آگے بڑھا ہے۔ ممبروں کو علم ہے کہ انگلستان میں حضرت مولانا محمد علی کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا ایک نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

اِس کے بعد حضرت مرزا غلام احمد کے کتابچے ’ایک غلطی کا ازالہ‘ کا جو ترجمہ ڈاکٹر زاہد عزیز نے کیا تھا وہ چھپ چُکا ہے۔ اِس کتاب کے متن سے جس جس جگہ سے جماعت قادیان کے ممبر لوگوں کو گمراہ کرنے کے کوشش کرتے تھے اُن کے بارے میں کتابچے کی آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی دیگر کُتب سے حوالہ جات بھی دئے گئے ہیں تا کہ لوگوں پر اِن کا مطلب صاف ہو جائے۔ اِس کے علاوہ اِس کتابچے کے چھپنے کے بعد لوگوں نے جو اعتراضات کئے کہ اِس میں حضرت صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے اُن کا جو رَد حضرت صاحب کے زمانے میں ہی کیا گیا مثلاً حضرت مولانا محمد احسن امروہی کا جو خط جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت صاحب نے ’ایک غلطی کا ازالہ‘ میں دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا اُس خط کے اقتسابات ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر میں ایک انتہائی اہم اضافہ ہے۔ گو اِس سے پہلے بھی دیگر بزرگانِ سلسلہ مثلاً مولانا شیخ محمد طفیل صاحب نے بھی اِس کتابچے کا انگریزی ترجمہ غالباً ۱۹۵۱ء میں شائع کیا تھا۔

جماعت احمدیہ انگلستان نے اپنا اُردو لٹریچر کمپیوٹر پر چڑھانے میں بھی کافی کام کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی کی کتاب ’آخری نبی ‘ کو کمپیوٹر پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ جماعت ہندوستان نے اِس کی اصلاح کا کام کیا اور یہ کتاب اب چھپ کر منظر پر آ چکی ہے۔ اِس کے بعد حضرت مولانا کی کتاب ’ہدایات برائے جماعت احمدیہ‘ پر کمپیوٹر پر مُنتقل ہو چکی ہے۔ پاکستان میں اِس کی اصلاح ہو چکی ہے اور امید ہے یہ بھی جلد ہی چھپ جائے گی۔ لیکن یہ مرکز کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ امید ہے جلد ہی مزید اردو اور انگریزی لٹریچر تیار ہو جائے گا۔ ممبروں سے درخواست ہے کہ وہ خرید کر وہ خود بھی یہ لٹریچر پڑھیں اور دوسروں کو بھی دیں تا کہ سب پر یہ واضع ہو جائے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا اصل دعویٰ کیا تھا اور اُنہوں نے یہ جماعت کس مقصد کے لئے قائم کی تھی۔ یہ احباب کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا اور کوئی احمدی ہو یا نہ آپ کو اپنی کوشش کا ثواب ضرور ملے گا۔ (انشاءاللہ)

میں مُسلمان کیسے ہوا

شاھد عزیز

آپ کو اِس مضمون کا عنوان پڑھ کر حیرت ہوئی ہوگی کہ ایک مسلمانوں کے مُلک میں، مسلمان خاندان میں، مسلمان نام کے ساتھ پیدا ہونے والا یہ مضمون لکھ رہا ہے کہ میں مسلمان کیسے ہوا۔ لیکن مسلمان کہلانے اور قرآن کریم کو سمجھ کر یا سمجھنے کی کوشش کر کے مُسلمان ہونا ایک بالکل جُدا امر ہے۔ یہ مضمون میرے ذاتی تجربات پر مبنی ہے اور اِس میں سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ پاکستان کا نظامِ تعلیم سوائے اندھی تقلید کے کچھ اور نہیں سکھاتا اور اِس طرح یا تو انتہا پسند پیدا ہوں گے یا دہریہ۔

پاکستان میں میں لاہور میں مسلم ماڈل ہائی سکول کا طالبعلم تھا۔ یہ سکول انجمن حمایت اسلام نے غالباً قیام پاکستان سے بھی پہلے قائم کیا تھا۔ جب میں سکول میں داخل ہوا تو اِس سکول میں دینیات ایک ضروری مضمون تھا۔ کچھ مولوی صاحبان یہ مضمون پڑھاتے تھے۔ لیکن یہ پڑھائی صرف قرآن کریم کے صحیح تلفظ اور سورتیں رٹنے تک محدود تھی۔ نہ ہی تعلیماتِ اسلام پڑہائی جاتی تھیں اور نہ ہی کسی چیز کے متعلق کوئی سوال کرنے کی اجازت تھی۔ رمضان کے متعلق تعلیم صرف اس بات تک محدود تھی کہ روزہ رکھنے اور کھولنے کی نیت عربی میں زبانی یاد کی جائے اور یہ کہ ہر بچہ روزہ دار ہے۔ میری شروع سے یہ عادت رہی ہے کہ میں بغیر سمجھے کوئی بات قبول نہیں کرتا۔ اور میں پوچھتا تھا کہ کیا اللہ میاں کو اردو یا پنجابی نہیں آتی کہ ہم یہ سب دُعائیں عربی میں یاد کریں۔ یا یہ کہ آپ کو میرے روزے سے کیا تعلق ہے اگر میں نہیں رکھتا تو میں خُود خدا کو جواب دے لوں گا آپ کے پیٹ میں درد کیوں ہے! ہمارے اُستاد میری اس عادت سے بیزار تھے۔ چھوٹے موٹے طمانچے وغیرہ تو روز کا معمول تھے۔ کبھی کبھار محترم مولا بخش صاحب سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔

غضب تو یہ ہوا کہ مولوی صاحب کو پتہ چل گیا کہ میں احمدی ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک دِن تبلیغ اسلام کا ذکر ہوا تو مولوی صاحب نے افسوس کا اظہار کیا کہ مسلمان اِس میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ میں نے فوراً کہا کہ جناب انگلستان میں لندن

کے قریب ووکنگ میں مسلمانوں نے تبلیغ کا ایک مرکز قائم کر رکھا ہے شاید آپ کو اِس کا علم نہیں۔ مولوی صاحب چونکے اور فرمایا کہ کیا تم مرزائی ہو؟ اُس زمانے میں جماعت میں اِس بات پر زور نہیں دیا جاتا تھا کہ ہمیں اپنی ایک الگ اور منفرد پہچان کروانی ہے اور احمدی اور غیر احمدی مسائل نہیں اُٹھائے جاتے تھے۔ اس لئے مجھے یہ علم تک نہیں تھا کہ یہ مرزائی کیا بلا ہیں۔ میں صرف یہ جانتا تھا کہ میرا تعلق ایک ایسے گروپ سے ہے جو کہ تبلیغِ اسلام کرتا ہے۔ اِس لئے میں نے جواب دیا کہ مجھے پتہ نہیں کہ مرزائی کون ہوتے ہیں میں صرف اِتنا جانتا ہوں کہ ہمارا مرکز احمدیہ بلڈنگز میں برانڈرتھ روڈ پر ہے اور ہم وہاں سے تبلیغِ اسلام کرتے ہیں۔

مولوی صاحب (خُدا اُنہیں جنت نصیب کرے) اُس وقت تو ہوں کہہ کر خاموش ہو گئے لیکن اُن کے دستِ راست یعنی مولا بخش سے میری مُلاقاتیں بڑھ گئیں۔ میں بھی ضدی تھا۔ ہماری کشمکش بڑھتی گئی۔ مولوی صاحب مجھے مارتے تھے، میں اُنہیں تنگ کرتا تھا۔ ایک دِن مولوی صاحب مجھے مارتے مارتے تھک گئے تو کہنے لگے کہ تم کب سُدھرو گے۔ میں نے جواب دیا مولوی صاحب مجھے علم ہے کہ آپ مجھے بِلا وجہ مارتے ہیں اور میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے باپ کے بیٹے ہیں یا میں۔ اگر آپ اپنے باپ کے بیٹے ہیں تو آپ اپنی مار سے مجھے سُدھار لیں گے لیکن اگر میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں تو اِس ناجائز مار سے میں کبھی نہیں بدلوں گا۔ میرے ہم جماعت بھی مولوی صاحب کی مار سے بیزار تھے سو وہ یہ سُن کر تالیاں بجانے لگے۔ مولوی صاحب نے شرمندہ ہو کر فرمایا کُتے یہاں سے نکل جا۔ اور میں دینیات کی کلاس سے چلا گیا۔ مجھے کیا تھا میں باہر پھرتا گول گپے اور چاٹ کھاتا اور میرے دوست مولوی صاحب کی مار۔

اِس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں مذہب ہی سے مُتنفر ہو گیا۔ خُدا کی ہستی پر اگر کوئی ایمان تھا تو وہ اُٹھ گیا۔ میں نے یہ سوچا کہ مذہب ایک فراڈ کا نام ہے جو مولوی کا ایجاد کردہ شوشا ہے اور وہ اِس کو استعمال کر کے آرام کی زندگی گزارتے ہیں۔ کام کرتے نہیں بس ایک تقریر کی اور ہزاروں روپے جیب میں ڈال لئے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ پاکستان ایک غریب اور پسماندہ ملک ہے۔

بدقسمتی سے ہم داتا گنج بخش کے نزدیک رہتے تھے اور وہاں کے مُجاروں کی کرتوتیں آئے روز اخباروں کی زینت بنتی تھیں۔ لیکن جو خبریں اخباروں میں چھپتی تھیں اُس سے زیادہ وہ محلوں میں مشہور ہوتی تھیں۔ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ وہ خبریں سچی ہوتی تھیں یا جھوٹی۔ ہمارے محلے میں بھی ہمارے گھر کے پچھواڑے ہر سال ایک پیر صاحب تشریف لاتے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ وہ کون تھے صرف اِتنا یاد ہے کہ اُن کی آمد پر لوگ اُس گھر ٹوٹ پڑتے تھے اور میں حیرانگی سے دیکھتا کہ کس طرح وہ پیر صاحب کے ہاتھ اور پاؤں چومتے، نذرانذرانے دیتے اور پیر صاحب سے وسیلہ بننے کی درخواست کرتے۔ سو رہی سہی کسر اِن باتوں نے پوری کر دی اور میں اُس چھوٹی عمر میں دہریہ یا نیم دہریہ ہونا شروع ہو گیا۔

خوش قسمتی سے تھوڑے عرصہ بعد ہم انگلستان آ گئے۔ یہاں شروع میں ہماری رہائش ساؤتھمپٹن (Southampton) میں تھی اور میں نے ہیمپٹن پارک سیکنڈری سکول (Hampton Park Secondary School) جانا شروع کیا۔ پہلی بات جس سے میں حیران ہوا وہ یہ تھی کہ ہماری ہیڈ مسٹرس مسز شیو (Mrs Shave) نے والد سے کہا کہ وہ چاہیں تو ہمیں مذہبی کلاسیں لینے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ قانون ایسے بچوں کو جو چرچ آف انگلینڈ کے مسلک کے عیسائی نہیں اِن کلاسوں میں جانے پر مجبور نہیں کرتا اور ہم کسی کو زبردستی اِس مسلک پر مجبور نہیں کرنا چاہتے۔ یہ چیز میرے لئے نئی تھی اِس لئے کہ مسلم ماڈل ہائی سکول میں تو مذہب کا دوسرا نام زبردستی تھا۔ والد ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اگر اسلام اِتنا ہی کمزور مذہب ہے کہ عہد نامہ جدید کہ کچھ سبق پڑھ کر یہ عیسائی ہو جائے گا تو ایسے مذہب کو ماننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اِسے بائبل پڑھنے سے فائدہ ہی ہو گا نُقصان نہیں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خُدا والد کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے کہ اُن کے اِس فیصلے نے میری زندگی بدل ڈالی لیکن اُس وقت میں اُن کی بات سُن کر بہت بیزار ہوا۔ پاکستان میں تو اِتنی مار کے بعد جان چھوٹی یہاں مفت میں چھٹی مِل رہی تھی لیکن والد صاحب نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔

مسٹر وِلکنسن (Mr Wilkinson) ہمیں بائبل کا سبق دیتے تھے۔ اُن کے سبق میرے لئے عذاب تھے اِس لئے کہ بات بات پر وہ کہتے کہ شاہد عزیز ہمیں بتائے گا کہ قرآن اِس بارے میں کیا کہتا ہے۔ مجھے کیا علم تھا کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ مولوی صاحب کا سارا زور تو ہمیں مارنے پر تھا کہ ہم 'ق' اور 'ک' میں فرق نہیں کر سکتے تھے اور 'قلب' کو 'کلب' پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے

کہ دِل اور کُتے میں فرق ہے لیکن مولوی صاحب کا مُتشدد دانہ رویہ بھی ہماری تسلی نہ کر سکا کہ 'ق' اور 'ک' کے تلفظ میں فرق کرنا ضروری ہے۔

بائیبل کا سبق اِس بارے میں تھا کہ حضرت عیسیٰ نے جنگل میں جا کر روزے رکھے۔ مسٹر وِللنسن نے فرمایا کہ اگلے سبق میں شاہد عزیز ہمیں بتائے گا کہ روزے کیوں رکھے جاتے ہیں اور روزے رکھنے کے کیا فوائد ہیں۔ آسان جواب تو یہ تھا روزے مولوی کی مار سے بچنے کے لئے رکھے جاتے ہیں اور یہ ہی اِن کا فائدہ ہے لیکن انگلستان میں بھری کلاس میں یہ کہنے میں شرمندگی محسوس ہوئی اگرچہ اِس کے علاوہ مجھے اور تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا۔ خوش قسمتی سے گھر میں حضرت مولانا محمد علیؒ کا انگریزی ترجمۃ القران تھا جو میں نے کھولا اور زندگی میں پہلی بار رمضان کے متعلق تحقیق کی اور علم ہوا کہ روزے رکھنے کے اور بہت سے فائدے ہیں۔ یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور مجھے طوطے کی طرح قرآن رٹنے کی جگہ قرآن سمجھ آنا شروع ہوا۔ کوئی کچھ بھی کہے میں تو مسٹر وِللنسن کو ایک فرشتہ سمجھتا ہوں جو خدا نے مجھے گمراہی سے ہدایت کی طرف لانے کے لئے بھیجا تھا۔

کچھ عرصے بعد مجھے سکول کا پریفکیٹ (Prefect) بنا دیا گیا۔ پریفکیٹ کے فرائض میں یہ بھی شامل ہوتا تھا کہ ہر ہفتے ایک دِن ایک پریفکیٹ سکول اسمبلی کے دوران بائیبل کا ایک سبق پڑھ کر سُناتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اپنی باری آنے پر میں قرآن میں سے کچھ پڑھ کر سُناؤں۔ سُو میں نے قرآن سے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے متعلق آیات سکول کو سُنانی شروع کردیں۔ اِس سے سکول کے ٹیچروں اور طالبعلموں کو تو جو فائدہ ہوا وہ تو ظاہر ہے لیکن اِس سے میرے علمِ قرآن میں جو صفر کے برابر تھا بھی اضافہ ہوا۔

اِس تحقیق سے ہی میں اِس نتیجہ پر پہنچا کہ مذہب مولویوں کا بنایا فراڈ نہیں گو وہ اِس کو بگاڑ کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اپنی اصلی حالت میں مذہب انسانوں کو ایسی ہدایت فراہم کرتا ہے جس تک وہ اپنی کوششوں سے نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ کہ جبر، زبردستی اور مار مذہب کی تعلیم نہیں یہ مولویوں کی ناکام کوششوں کا حصہ ہے جس سے وہ عوام الناس پر کنٹرول رکھنا چاہتے ہیں۔

عجب بات یہ ہے کہ مسٹر وِللنسن کا مجھے یہ کہنا کہ کلاس کو بتاؤ کہ قرآن میں کیا لکھا ہے کہ روزے کیوں رکھے جاتے ہیں یا سکول کے سٹاف کا خاموشی سے بیٹھ کر مجھے سکول کو قرآن سُنانے دینا اُس زمانے کے قانون کے مطابق ایک جرم تھا۔ لیکن کسی نے بھی پولیس کو یہ شکایت نہ کی کہ عیسائی بچوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور اُنہیں قرآن پڑھایا جا رہا ہے اِس لئے شاہد عزیز کو جیل بھیج دیا جائے۔ اِس ایک بات نے میری نظروں میں انگریز قوم کی عزت بہت بڑھا دی۔

مجھے ہمیشہ دُکھ اِس بات کا رہے گا کہ ایک مسلمان مذہبی رہنما اپنے تشدد سے مسلمانوں کو یا تو دہریہ بنا رہا تھا اور یا بے عقل گدھے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے اُستاد کے طالبعلموں میں سے اگر کوئی اُستاد بنا تو وہ بھی بچوں کو اُسی طرح تعلیم دیتا ہو گا۔ اور اِن مولوی صاحب کے رویہ کے برعکس ایک عیسائی مذہبی رہنما اِس بات کی حوصلہ افزائی کرتا تھا کہ ایک مسلمان اپنی مذہبی کتاب کے اَحکام کو نہ صرف سمجھے بلکہ دوسروں کو بھی بتائے۔ مسٹر وِللنسن نے یہ طریق کیوں اختیار کیا مجھے علم نہیں۔ کیا وہ یہ سوچتے تھے کہ عہد نامہ عتیق و جدید پڑھ کر میں عیسائی نہ ہو جاؤں اور ہمارے خاندان میں مُشکلات نہ پیدا ہوں، یا یہ کہ صرف اِس طرح ہی وہ مجھے اِسلام کی تعلیم دے سکتے ہیں جو میرا مذہب ہے، یا یہ کہ اگر میں نے انگلستان میں رہنا ہے تو مجھے comparative religion کا علم ہونا چاہیے، میں نہیں جانتا۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں دوبارہ مسلمان اُن کی وجہ سے ہوا اور ہر لحہ میرے دِل سے اُن کے لئے دُعا ہی نکلتی ہے۔ میں مولوی صاحب کے لئے بھی دُعا کرتا ہوں کہ خدا اُن کو بھی معاف کرے اس لئے وہ بھی جو کچھ کرتے تھے نیک نیت سے ہی کرتے تھے گو اُن کی کوششوں کے نتائج اُلٹ تھے۔

کاش ہمیں اور ہمارے علماء کو یاد ہوتا کہ قرآن بھی ہمیں یہ ہی کہتا ہے کہ ہم اپنی عقل استعمال کریں تو شاید ہم دوسروں سے پیچھے نہ رہ جاتے۔

شائع کردہ
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یوکے
15 Stanley Ave
Wembley
UK
HA0 4JQ